



محدث فتویٰ
ISLAMIC RESEARCH COUNCIL

سوال

(21) نماز کے چالیس مسائل بدلائل

جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حافظ ظہور احمد دیوبندی حضروی نے ایک چھوٹی سی کتاب: ”چھل حدیث مسائل نماز“ لکھی ہے۔ کیا آپ نے یہ کتاب پڑھی ہے اور اگر پڑھی ہے تو اس کا جواب درکار ہے کیونکہ سادہ لوح عوام میں اسے پھیلایا جا رہا ہے؟

الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

و علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

جی ہاں! میں نے یہ کتاب پڑھی ہے اور اس کا جواب بھی لکھ رکھا ہے جو کہ درج ذیل ہے:

الحمد للہ رب العالمین والصلاة والسلام علی رسولہ الامین: خاتم النبیین ورضی اللہ عن اصحابہ اجمعین ورحمۃ اللہ علی التابعین ومن تبعہم یا حسان الی یوم الدین، اما بعد:

حافظ ظہور احمد دیوبندی حضروی نے اکابر دیوبند کی اندھی تقلید اور مسلک حق: اہل سنت (اہل حدیث کے خلاف) ”چھل حدیث مسائل نماز“ نامی ایک کتاب لکھی ہے، جس میں مغالطات اور دھوکے بازیوں کے علاوہ ضعیف روایات اور کثرت سے غلط استدلال پیش کئے گئے ہیں۔ ہمارے اس تحقیقی مضمون میں اختصار اور جامعیت کے ساتھ ظہور احمد کے ”دلائل“ اور شبہات کا رد پیش خدمت ہے:

بطور تنبیہ عرض ہے کہ دیوبندی حضرات اپنے دیوبندی اکابر کی خود ساختہ فقہ کے مقلدین لہذا فقہ حنفی اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ان لوگوں کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۱:

اوقات نماز کے سلسلے میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث ہے کہ اول وقت میں نماز پڑھنا سب سے افضل عمل ہے۔ دیکھئے صحیح ابن خزیمہ (۱/۱۶۹ ج ۱) ۳۲۷ و سندہ صحیح) اور میری کتاب: ہدیت المسلمین (ص ۵۲، طبع دسمبر ۲۰۰۸ء)

حدیث نمبر ۲:



صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ ظہر کا وقت زوال سے شروع ہو کر ایک مثل پر ختم ہو جاتا ہے۔ دیکھئے صحیح ابن خزمہ (۱/۶۸۱ ح ۳۲۵) اور نیموی کی آثار السنن (ح ۱۹۴)، وقال: و اسنادہ حسن)

۱: امام ابو حنیفہ سے یہ بات باسند صحیح ہر گز ثابت نہیں ہے کہ ظہر کا وقت دو مثل تک رہتا ہے۔

۲: ایک حدیث میں آیا ہے کہ یہودیوں نے آدھے دن (دوپہر) تک عمل کیا، عیسائیوں نے عصر تک عمل کیا اور مسلمانوں نے مغرب تک عمل کیا۔ مسلمانوں کا وقت کم تھا لیکن یہودیوں و نصاریٰ کے مقابلے میں اجر دو گنا ہے۔ (صحیح بخاری ۳۲۵۹ ملخصاً)

بعض الناس کا اس حدیث سے استدلال کر کے ظہر یا عصر کی نمازیں دیر سے پڑھنا کئی وجہ سے باطل ہے۔ مثلاً:

اول: مسلمانوں کا وقت یہودیوں اور عیسائیوں کے مجموعی وقت سے بہت کم ہے۔

دوم: سورج کے زوال سے لے کر ایک مثل سے لے کر مغرب تک کے کل وقت سے کم ہوتا ہے۔ دیکھئے حدیث المسلمین (ص ۲۵)

۳: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے فتوے ”ظہر کی نماز پڑھو جب تمہارا سایہ تمہارے مثل (برابر) ہو جائے اور عصر کی نماز پڑھو جب تمہارا سایہ تمہارے دو مثل ہو جائے۔“ کا مطلب یہ ہے کہ زوال سے لے کر ایک مثل تک ظہر کی نماز پڑھ لو اور ایک مثل سے لے کر دو مثل تک عصر کی نماز پڑھ لو۔ دیکھئے التعلیق المسجد (ص ۳۱ حاشیہ: ۹)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اس فتوے کے آخر میں آیا ہے کہ ”وصل الصبح بغير الغلس“ اور صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھ۔ (موطا امام مالک ج ۱ ص ۸۸، تحقیقی وسندہ صحیح)

دیوبندی حضرات اس فتوے کی مخالفت کر کے غیر رمضان میں صبح کی نماز روشنی میں پڑھتے ہیں۔ مزید تفصیل کے لئے ہدیۃ المسلمین (ح ۶) کا مطالعہ کریں۔

حدیث نمبر ۳:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ظہر کی نمازیں پڑھتے تھے تو گرمی سے بچنے کے لئے اپنے کپڑوں پر سجدہ کرتے تھے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۴ ح ۵۳۲، صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۲۵ ح ۲۲۰)

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ گرمیوں میں بھی ظہر کی نماز جلدی پڑھنی چاہئے۔

سوید بن غفلہ رحمہ اللہ (تابعی) نے فرمایا کہ ہم ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے اول وقت میں نماز ظہر ادا کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۲۳ ح ۳۲۴ وسندہ صحیح)

جن احادیث میں ظہر کی نماز ٹھنڈی کر کے پڑھنے کا حکم آیا ہے، اُن کا تعلق سفر کے ساتھ ہے۔ دیکھئے صحیح بخاری (ج ۱ ص ۴۴ ح ۵۳۹)

حدیث نمبر ۴:

عصر کی نماز ایک مثل پر پڑھنی چاہئے۔

دیکھئے سنن الترمذی (ج ۱ ص ۳۸-۳۹ ح ۱۴۹، وقال: ”حدیث حسن“ وسندہ حسن)



ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز تاخیر سے پڑھتے تھے، جب تک سورج سفید اور شفاف رہتا۔ (سنن ابی داود: ۴۰۸)

اروایت کی سند دو محمول راویوں: محمد بن یزید الیہامی اور یزید بن عبد الرحمن دونوں کی وجہ سے سخت ضعیف ہے۔ دیکھئے ہدایہ المسلمین (ص ۲۵، ۷)

اگر کوئی کہے کہ امام ابو داود نے اس حدیث پر سکوت کیا ہے تو عرض ہے کہ آلِ دلبند کے نزدیک کسی حدیث پر امام ابو داود کا سکوت حجت نہیں ہے۔ مثلاً:

ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھائی پھر آپ نے صحابہ کرام سے کہا: کیا تم امام کے پیچھے قراءت کرتے ہو؟ صحابہ نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: ایسا نہ کرو سوائے سورۃ فاتحہ کے کیونکہ جو اسے نہیں پڑھتا تو اس کی نماز نہیں ہوتی۔ (سنن ابی داود: ۸۲۳ ملخصاً)

اس حدیث پر امام ابو داود نے سکوت کیا ہے لیکن محمد سرفراز خان صفدر دہلوی نے اس کے راوی محمد بن اسحاق بن یسار کو ’کذاب و دجال‘ لکھا ہے۔

دیکھئے احسن الکلام (ج ۲ ص ۸۴، دوسرا نسخہ ج ۲ ص ۹۴)

ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بعض لوگوں سے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز تم سے جلدی پڑھتے تھے، جبکہ تم عصر کی نماز آپ سے جلدی پڑھتے ہو۔ (سنن الترمذی: ۱۶۱)

اس حدیث سے عصر کی نماز تاخیر سے پڑھنے پر استدلال دو وجہ سے باطل ہے؟

اول: اس میں عصر کی نماز تاخیر سے پڑھنے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

دوم: بعض لوگوں کے بارے میں یہ صراحت کہیں بھی نہیں ہے کہ وہ ظہر کی نماز کس وقت پڑھتے تھے اور عصر کی نماز کس وقت پڑھتے تھے؟

صحیح اور صریح احادیث کو چھوڑ کر مشابہات اور غیر واضح روایات کے پیچھے وہی لوگ بھگتے ہیں جو دلائل صحیحہ سے سراسر عاری ہوتے ہیں۔

حدیث نمبر ۵:

یہ صحیح ہے کہ نماز مغرب کا وقت غروب آفتاب کے بعد سے لے کر شفق (سفیدی یا سرخی) کے غائب ہونے (یعنی عشاء کے دخول) تک رہتا ہے۔

سیدنا جابر بن عبد اللہ الانصاری رضی اللہ عنہ کی جس روایت میں نماز مغرب اور شفق کا ذکر آیا ہے، اس میں نماز ظہر زوال شمس سے لے کر ایک مثل تک اور تقریباً ایک مثل سے لے کر دو مثل تک نماز عصر کا ذکر آیا ہے۔ (دیکھئے مجمع الزوائد ج ۱ ص ۳۰۴ و قال: رواہ الطبرانی فی الاوسط واسنادہ حسن)

حدیث کے ایک ٹکڑے سے استدلال کرنا اور دوسرے ٹکڑے کو چھپالینا ان لوگوں کا طریقہ ہے جنہیں (المغضوب علیہم) کہا گیا ہے۔

حدیث نمبر ۶:

اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ غروب آفتاب کے ساتھ نماز مغرب کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور نماز مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھنے کا جواز صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ دیکھئے صحیح بخاری (۱۱۸۳، ۱۱۸۴)

حدیث نمبر ۷:

یہ صحیح ہے کہ عشاء کی نماز تاخیر سے پڑھنا افضل ہے لیکن کوئی شخص عشاء کا وقت داخل ہونے کے بعد کسی بھی وقت یہ نماز پڑھ لے تو جائز ہے۔

حدیث نمبر ۸:

سنن ابی داؤد کی ایک روایت میں آیا ہے کہ ”ثم كانت صلاته بعد ذلك التعليل حتى مات ولم يعد الى أن يسفر“ پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی وفات تک اندھیرے میں (صبح کی) نماز پڑھتے رہے اور (دوبارہ صبح روشنی میں نماز نہیں پڑھی)۔ (سنن ابی داؤد: ۳۹۳، دلہ شاہ فی مستدرک الحاکم ۱/۱۹۰ ح ۶۸۲ فالحدیث بہ حسن)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس روایت میں ”نماز فجر کو خوب روشن کر کے پڑھو“ آیا ہے، وہ منسوخ ہے۔ نیز دیکھئے ہدیۃ المسلمین (۸ ح)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھو۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۱/۲۵۶ وسندہ حسن)

حدیث نمبر ۹:

جن احادیث میں طلوع شمس، دوپہر اور غروب شمس کے وقت نماز پڑھنے سے منع کا ذکر آیا ہے، ان کا مطلب یہ ہے کہ ان اوقات میں وہ نوافل نہ پڑھے جائیں، جن کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

رہی وہ نمازیں جو دلیل سے ثابت ہیں مثلاً نماز جنازہ، خطبہ جمعہ کے دوران دور کعتیں اور صبح کی دو سنتیں وغیرہ تو وہ ان اوقات منوعہ میں بھی دلائل مخصوصہ کی وجہ سے جائز ہیں۔

حدیث نمبر ۱۰:

اذان کے کلمات درج ذیل ہیں:

اللہ اکبر اللہ اکبر، اللہ اکبر اللہ اکبر۔ اشہدان لا الہ الا اللہ، اشہدان لا الہ الا اللہ۔ اشہدان محمد رسول اللہ، اشہدان محمد رسول اللہ۔ حی علی الصلوٰۃ، حی علی الصلوٰۃ۔ حی علی الفلاح، حی علی الفلاح، اللہ اکبر اللہ اکبر۔ لا الہ الا اللہ۔ (سنن ابی داؤد: ۳۹۹ وسندہ حسن)

اقامت کے کلمات درج ذیل ہیں:

اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر۔ اشہدان لا الہ الا اللہ۔ اشہدان محمد رسول اللہ۔ حی علی الصلوٰۃ۔ حی علی الفلاح۔ قد قامت الصلوٰۃ، قد قامت الصلوٰۃ، اللہ اکبر، اللہ اکبر۔ لا الہ الا اللہ۔ (سنن ابی داؤد: ۳۹۹ وسندہ حسن)

اگر اذان ترجیع (۱۹/کلمات) والی ہو تو پھر اقامت کے کلمات دہرے (۱۴/کلمات) ہیں۔ دیکھئے سنن ابی داؤد (۵۰۲) اور آثار السنن (۲۳۸، ۲۳۷)

جن روایات میں عام اذان اور دہری اقامت کا ذکر آیا ہے وہ سب کی سب ضعیف ہں مثلاً مصنف ابن ابی شیبہ (۳۱۱/۱)، دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۲۰۳ ح ۲۱۱۸ کی جس روایت میں آیا ہے کہ ”پھر اس نے اقامت کہی جس طرح اس نے اذان کہی تھی۔“

یہ روایت اعمش (مدلس) کے عن کی وجہ سے ضعیف ہے۔ دیکھئے میری کتاب: انوار السنن فی تحقیق آثار السنن (۲۳۳) لہذا اس سند کو صحیح کہنا غلط ہے۔

دیوبندیوں کی اذان و اقامت کا طریقہ کسی صحیح حدیث میں موجود نہیں ہے، غالباً اسی وجہ سے ظہور احمد نے اپنی اذان کا ثبوت حکیم محمد صادق سیالکوٹی (اہل حدیث) کی کتاب صلوة الرسول (ص ۱۵۳، ۱۵۴) سے پیش کیا ہے، جو اس کی دلیل ہے کہ یہ لوگ اس مسئلے میں صحیح حدیث سے خالی دامن ہیں۔ نیز دیکھئے تحقیقی مقالات (ج ۲ ص ۱۳۸)

حدیث نمبر ۱۱:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو اپنے کندھوں تک رفع یدین کرتے... الخ (موطا امام مالک، روایۃ ابن القاسم: ۵۹، تحقیقی، صحیح بخاری: ۴۳۵)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کانوں تک رفع یدین کرنا بھی ثابت ہے۔ (دیکھئے صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۶۸ ح ۳۹۱)

ثابت ہوا کہ کندھوں تک اور کانوں تک دونوں طرح رفع یدین پر عمل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے۔ بعض الناس کا یہ دعویٰ کہ ”مردوں کے لئے کانوں تک ہاتھ اٹھانا اور عورتوں کے لیے کندھوں تک ہاتھ اٹھانا سنت ہے“ بغیر دلیل ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک روایت میں آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع یدین کیا، یہاں تک کہ اپنے انگوٹھوں کو کانوں کے برابر لے گئے۔ الخ (سنن الدار قطنی ۱۱۳۵ ج ۱/۱)

زیلعی حنفی نے کہا: امام دار قطنی نے اس روایت کے بعد کہا: اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ (نصب الراية ۳۲۰/۱)

زیلعی کی یہ عبارت سنن دار قطنی میں نہیں ملی۔ واللہ اعلم

روایت مذکورہ تین وجہ سے ضعیف ہے:

اول: حمید الطویل مدلس تھے اور روایت عن سے ہے۔

دیکھئے طبقات الدلسین (۳/۴۱، مرتبہ ثالثہ)

دوم: ابو خالد الاحمر مدلس تھے اور روایت عن سے ہے۔

دیکھئے جزء القراءة للبخاری تحقیقی (۲۶۴)

سوم: حسین بن علی بن اسود البعلی پر جمهور محدثین نے جرح کی ہے اور حافظ ابن عدی نے کہا: وہ حدیثیں چوری کرتا تھا۔ (دیکھئے تہذیب الکمال ۱۸۳/۲، الکامل لابن عدی ج ۲ ص ۴۸)

امام ابو حاتم الرازی نے فرمایا: ”ہذا حدیث کذب لا اصل له“ یہ حدیث جھوٹ ہے، اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (نصب الراية ج ۱ ص ۳۲۰، علل الحدیث لابن ابی حاتم ۱۳۵/۱ ح ۳۴۲)

المعجم الاوسط للطبرانی (۳۰۶۳) اور کتاب الدعاء (۱۰۳۲/۲ ح ۵۰۵) میں اس روایت کا ایک شاہد (تائید والی روایت) ہے، لیکن اس کی سند میں عائد بن شریح ضعیف ہے۔

دیکھئے لسان المیزان (۲۲۶/۳) اور حاشیہ (۲) نصب الراية (۳۲۱/۱)

یاد رہے کہ المعجم الاوسط میں غلطی سے عبید بن سرینج چھپ گیا ہے، جبکہ صحیح عائد بن شریح ہے جیسا کہ نصب الراية (۳۲۱/۱) اور مجمع البحرین فی زوائد المعجمین (۱۱۰/۲ ح ۹۸) میں لکھا ہوا ہے۔

تنبیہ:

دعائے استفتاح میں ثبوت کے لحاظ سے سبحانک اللهم..... الخ جائز ہے اور اللهم بعد یعنی..... الخ بہتر ہے۔

دیکھئے ہدایا المسلمین (ح ۱۲) اور صحیح بخاری (ج ۱ ص ۱۰۳ ح ۴۴)

حدیث نمبر ۱۲:

کسی حدیث سے بھی یہ ثابت نہیں ہے کہ مرد تو کانوں تک رفع یدین کریں اور عورتیں کندھوں یا سینے تک ہاتھ اٹھائیں۔

سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب جس روایت میں ”اور عورت اپنے سینے تک ہاتھ اٹھائے“ کے الفاظ آئے ہیں۔ (المعجم الکبیر للطبرانی بحوالہ مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۰۳)

اس کی سند ام یحییٰ (مجمولہ) کی وجہ سے ضعیف ہے۔

ماسٹر محمد امین اوکاڑوی دیوبندی نے کہا: ”اور ام یحییٰ مجملہ ہیں۔“ (تجلیات صفدر ج ۲ ص ۲۲۶)

حافظ عبداللہ روپڑی رحمہ اللہ نے مسجد میں محراب والی روایت کی راویہ ام یحییٰ کو توثیق کسی معتبر محدث سے پیش نہیں کی، بلکہ اس کے مستور الحال ہونے کی طرف اشارہ کر کے لکھا: ”... اور مستور الحال کی روایت امام ابو حنیفہ وغیرہ کے نزدیک حجت ہے۔ اور جمہور علماء کے نزدیک حجت نہیں...“ (فتاویٰ اہل حدیث ج ۱ ص ۳۱۴)

ظاہر ہے کہ اس مسئلے میں جمہور علماء کو بھی ترجیح حاصل ہے کہ مستور کی روایت حجت نہیں اور یہ بھی یاد رہے کہ امام ابو حنیفہ سے باسند صحیح مستور الحال کی روایت کا حجت ہونا یا نہ ہونا ثابت نہیں ہے۔ اگر کوئی کہے کہ تابعین کے آثار بھی ہیں تو عرض ہے کہ عطاء بن ابی رباح (تابعی) نے فرمایا: ”... عورت کی ہنٹ مرد کی طرح نہیں ہے، اگر وہ (عورت) اسے ترک کر دے تو کوئی حرج نہیں ہے۔“ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۹ ح ۲۴۴، الحدیث حضور: ۱۳ ص ۲۱)

حماد بن ابی سلیمان نے کہا: عورت کی جیسے مرضی ہو (نمازیں) بیٹھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۴۱ ح ۲۴۹ و سندہ صحیح)

حماد کے استاذ ابراہیم نخعی نے کہا: عورت نمازیں اس طرح بیٹھے جیسے مرد بیٹھتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۴۰ ح ۲۸۸ و سندہ صحیح)

ام الدرداء رحمہما اللہ نمازیں مرد کی طرح بیٹھتی تھیں۔ (صحیح بخاری قبل ح ۸۲، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۴۰ ح ۲۸۵ و سندہ قوی)

حدیث نمبر ۱۳:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت ہے کہ آپ (نمازیں) اپنا ہاتھ سینے پر رکھتے تھے۔ دیکھئے مسند احمد (۲۲۶/۵ ح ۲۲۳۱۳ و سندہ حسن، ہدایا المسلمین ص ۳۳ ح ۱۱)



بعض آل دیوبند مصنف ابن ابی شیبہ سے ”تحت السرة“ والی ایک روایت پیش کرتے ہیں لیکن مصنف کے قدیم مطبوعہ اور عام مخطوطہ نسخوں میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔

دیوبندیوں کی اس ”دلیل“ کے بارے میں محدثی عثمانی نے کہا :

”لیکن احقر کی نظر میں اس روایت سے استدلال کمزور ہے، اول تو اس لئے کہ اس روایت میں ”تحت السرة“ کے الفاظ مصنف ابن ابی شیبہ کے مطبوعہ نسخوں میں نہیں ملے، اگرچہ علامہ تیموریؒ نے ”آثار السنن“ میں ”مصنف“ کے متعدد نسخوں کا حوالہ دیا ہے، کہ ان میں یہ زیادتی مذکور ہے، تب بھی اس زیادتی کا بعض نسخوں میں ہونا اور بعض میں نہ ہونا اس کو مشکوک ضرور بنا دیتا ہے۔۔۔“ (درس ترمذی ج ۲ ص ۲۳)

انور شاہ کشمیری نے کہا : میں نے مصنف کے تین نسخے دیکھے ہیں، ان میں سے ایک نسخے میں بھی یہ (تحت السرة والی عبارت) نہیں ہے۔ (فیض الباری ج ۲ ص ۲۶۷ مترجم)

علوم ہوا کہ دیوبندیوں کے پاس ناف سے نیچے ہاتھ باندھنے کی کوئی صحیح روایت نہیں ہے۔ رہے امام اسحاق بن راہویہ وغیرہ علماء کے اقوال تو ان سے استدلال دو وجہ سے غلط ہے :

اول : نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث کے آجانے کے بعد، اس حدیث کے مخالف اقوال کی طرف دیکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

دوم : مشہور تابعی سعید بن حمیر رحمہ اللہ نے فرمایا : نماز میں ناف سے اوپر ہاتھ باندھنے چاہئیں۔ (امالی عبد الرزاق بحوالہ الفوائد لابن مندہ ج ۲ ص ۲۳۳ ح ۱۸۹۹، وسندہ صحیح)

اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ ”عورتیں سینہ پر ہاتھ باندھیں اور یہ ان کے حق میں پردہ کا باعث ہے“ تو عرض ہے کہ یہ بات کئی وجہ سے غلط ہے۔ مثلاً :

اول : یہ تفریق کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

دوم : یہ تفریق کسی صحابی یا تابعی سے ثابت نہیں ہے۔

سوم : یہ تفریق امام ابو حنیفہ سے باسند صحیح ثابت نہیں ہے۔

چہارم : اگر اپنے تقلیدی قیاس اور رائے سے پردہ ہی کرنا ہے تو اپنے عورتوں کو حکم دیں کہ وہ رکوع کے بعد بھی سینے پر ہاتھ باندھیں اور رکوع کے دوران میں بھی سینے پر ہاتھ باندھیں تاکہ مکمل پردہ ہو جائے۔ !!!

حدیث نمبر ۱۴ :

دعا لے استفتاح کے بعد بسم اللہ الرحمن الرحیم آہستہ پڑھنا بھی مسنون ہے اور جہراً پڑھنا بھی ثابت ہے۔ دیکھئے بدیہ المسلمین (۱۳۷۴)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم جہراً پڑھا تھا۔ (شرح معانی الآثار للطحاوی ج ۱ ص ۱۳۷، وسندہ صحیح، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۴۱۲ ح ۴۵۷)

لہذا دونوں طرح صحیح ہے اور اس مسئلے میں جھگڑا کرنا غلط ہے۔

حدیث نمبر ۱۵ :

امام ہویا منفرد (اکیلا نمازی) دونوں کو چار رکعتوں والی نماز کی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ پڑھنی چاہئے۔ جیسا کہ صحیح بخاری (۴۷۲) اور صحیح مسلم (۹۴۳) کی حدیث سے ثابت ہے۔ جبکہ



اس حدیث کے سراسر بخلاف دہلوی حضرات یہ کہتے ہیں کہ اگر آخری دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھے تو بھی نماز ہو جائے گی۔

دیکھئے (دہلوی) بہشتی زیور (حصہ دوم ص ۱۹، فرض نماز پڑھنے کے طریقے کا بیان، مسئلہ نمبر ۱، مکمل نسخہ ص ۱۶۳)

نفل ہو یا فرض، نماز اس طرح پڑھنی چاہئے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے۔

حدیث نمبر ۱۶:

سیدنا عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا: کیا تم میرے ساتھ (یعنی امام کے پیچھے) قراءت کرتے ہو؟ انھوں نے کہا: جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورۃ فاتحہ کے سوا کچھ بھی نہ پڑھو کیونکہ جو شخص اسے نہیں پڑھتا تو اس کی نماز ہی نہیں ہوتی۔ (کتاب القراءۃ للبیہقی ص ۶۳ ح ۱۲۱)

اس حدیث کے بارے میں امام بیہقی نے فرمایا: یہ سند صحیح ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

تبیین:

اس حدیث کی سند میں محمد بن اسحاق بن یسار نہیں ہیں۔

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے ہدایہ المسلمین (۳۱-۳۲ ح ۱۵)

جس روایت میں آیا ہے کہ ”جب امام قرآن پڑھے تو تم خاموش ہو جاؤ“ وہ منسوخ (یا مخصوص منہ) ہے۔ دیکھئے میری کتاب: تحقیقی، اصلاحی اور علمی مقالات (ج ۲ ص ۲۶۳)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جہری اور سری نمازوں میں قراءت خلف الامام کا حکم دیا۔

دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ (ج ۱ ص ۳۴۳ ح ۳۴۸ و سندہ حسن)

مزید تفصیل کے لئے میری دو کتابیں پڑھیں: نصر الباری اور الکواکب الدرر۔

حدیث نمبر ۱۷:

ایک روایت میں آیا ہے کہ امام کی قراءت مقتدی کی قراءت ہے۔ (موطا ابن فرقد الشیبانی ص ۱۹۸، شرح معانی الآثار ۱/۱۳۹، فتح القدیر لابن ہمام ۱/۲۳۹)

ابن فرقد کو جمہور محدثین نے مجروح و ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے تحقیقی مقالات (ج ۲ ص ۳۳۱-۳۶۳) مثلاً اسماء الرجال کے ایک بڑے امام ابو حفص عمرو بن علی الفلاس نے فرمایا: محمد بن الحسن، رائے والا، ضعیف ہے۔ (تاریخ بغداد ج ۲ ص ۱۸۱، سندہ صحیح)

شرح معانی الآثار للطحاوی (ج ۱ ص ۲۱۷) والی تمام روایات ضعیف و مردود ہیں مثلاً ایک کی سند میں قاضی ابویوسف یعقوب بن ابراہیم جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔

دیکھئے تحقیقی مقالات (ج ۱ ص ۵۳۳-۵۳۸)

ابن ہمام والی روایت سخت مشکوک ہونے (وغیرہ) کی وجہ سے مردود ہے۔

ضعیف روایت کو جمع تفریق کر کے قوی قرار دینا غلط ہے۔ حافظ ابن حجر نے ”من کان له امام“ الخ والی روایت کے بارے میں فرمایا: اس کی کئی سندیں ہیں... اور وہ ساری کی ساری معلول (ضعیف) ہیں۔ (التلخیص الجمیر ج ۱ ص ۲۳۲ ح ۳۳۵)

اس روایت کو شیخ البانی (وغیرہ) کا قوی (وغیرہ) قرار دینا غلط ہے۔

حدیث نمبر ۱۸:

سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ نے آمین با بھر کہی۔ (سنن ابی داود: ۹۳۳ و سندہ حسن)

اس کے مقابلے میں جس روایت میں آیا ہے: ”آمین کہی اور اپنی آواز ہستہ کر لی۔“

اس سے استدلال دو وجہ سے غلط ہے:

اول: یہ روایت وہم اور شذوذ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

دوم: اس کا تعلق جہری نمازوں سے نہیں بلکہ سری نمازوں سے ہے۔

دیکھئے ہدایہ المسلمین (ج ۱۶)

سیدنا عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے مقتدی اونچی آواز سے آمین کہتے تھے۔

دیکھئے صحیح بخاری (قبل ج ۸۰)

لہذا یہ کہنا کہ ”صرف امام ہی جہر سے آمین کہے، مقتدی نہ کہیں“ غلط ہے۔

بعض لوگ اس مسئلے میں غیر واضح روایات مثلاً: ”جب امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو“ پیش کرتے ہیں مگر علمی میدان میں ایسے استدلال کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی جبکہ صریح مبہم پر اور خاص عام پر مقدم ہوتا ہے۔ تفصیل کے لئے ہدایہ المسلمین (۱۶) دیکھیں۔

حدیث نمبر ۱۹:

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۲ ح ۳۶، ملخصاً)

اس کے راوی سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ بھی رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔ (صحیح بخاری: ۴۹)

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کے شاگردان کے بیٹے سالم رحمہ اللہ بھی رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔ (حدیث السراج ۲/۳۳-۳۵ ح ۱۱۵، سندہ صحیح)

یاد رہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری زندگی میں آپ کے ساتھ نماز پڑھی تھی۔ دیکھئے صحیح بخاری (۱۱۶) صحیح مسلم (۲۵۳۷) معلوم ہوا کہ رفع یدین کو منسوخ یا متروک سمجھنا باطل ہے۔

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک روایت میں آیا ہے کہ انھوں نے صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کیا۔ (سنن ترمذی: ۲۵۷، سنن ابی داؤد: ۷۳۸ وغیرہما) اس کی سند سفیان ثوری (مدلس) کی تہلیس (عن) کی وجہ سے ضعیف ہے۔

دیکھئے میری کتاب: نور العینین اور میرا مضمون: ”امام سفیان ثوری کی تہلیس اور طبقہ ثانیہ؟“

ماسٹر امین اوکاڑوی نے کہا: ”کیونکہ اس میں سفیان مدلس...“ (تجلیات صفحہ ۵ ص ۴۷۰)

سرفراز خان صفدر نے کہا: ”مدلس راوی عن سے روایت کرے تو وہ حجت نہیں...“ (خزائن السنن ج ۱ ص ۱)

اگر کوئی کہے کہ سفیان ثوری کی روایتیں صحیح بخاری میں بھی موجود ہیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہر مدلس کی صحیح (صحیح بخاری و صحیح مسلم) میں ہر روایت صحیح ہے۔ دیکھئے خزائن السنن (ج ۱ ص ۱) لیکن صحیحین کے باہر دوسری کتابوں میں اس مدلس کے سماع کی تصریح یا معتبر متابعت ہونا ضروری ہے۔

مدلس کی عن والی ضعیف روایت کو شیخ احمد شا کر اور البانی وغیرہما کا صحیح قرار دینا اصول حدیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے غلط ہے۔

حدیث نمبر ۲۰:

بہت سی احادیث سے یہ ثابت ہے کہ رکوع، رکوع سے قیام اور سجود وغیرہ میں اطمینان ضروری ہے۔ مثلاً دیکھئے سنن ابی داؤد (۸۶۳) اور ظہور احمد کی چل حدیث (ص ۷۲) جبکہ اس کے برعکس آل دلبند کے نزدیک نماز میں اعتدال و اطمینان فرض نہیں ہے۔ مثلاً دیکھئے تقریر ترمذی للمحمود حسن (ص ۱۱)

حدیث نمبر ۲۱:

سجدہ کو جاتے ہوئے پہلے دونوں ہاتھ زمین پر رکھنے چاہئیں اور بعد میں دونوں گھٹنے لگانے چاہئیں۔ دیکھئے سنن ابی داؤد (۸۲۰ و سندہ صحیح علی شرط مسلم) اور مختصر صحیح نماز نبوی (۱۷، فقرہ: ۲۱)

ایک روایت میں آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھوں سے پہلے گھٹنے زمین پر رکھتے تھے۔ (سنن ابی داؤد: ۷۳۸، ہمارا نسخہ: ۸۳۸)

اس کی سند میں ایک راوی شریک بن عبد اللہ القاضی مدلس تھے۔

دیکھئے نصب الراية (۲۳۳/۳) اور المحلی (۲۶۳/۸، ۳۳۳/۱۰)

یہ روایت عن سے ہے، لہذا ضعیف و مردود ہے۔ ضعیف روایت کو حسن یا صحیح قرار دینا غلط ہوتا ہے۔

حدیث نمبر ۲۲:

حدیث میں آیا ہے کہ سجدے میں کتے کی طرح زمین پر ہاتھ نہیں بچھانے چاہئیں۔ دیکھئے صحیح بخاری (۸۲۲)

اور کسی صحیح حدیث میں یہ بالکل نہیں آیا کہ عورتیں سجدوں میں (کتوں کی طرح) زمین پر ہاتھ بچھائیں۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ ”جب تم سجدہ کرو تو اپنے جسم کا کچھ حصہ زمین سے ملا لیا کرو کیونکہ عورت کا حکم سجدے میں مرد جیسا نہیں ہے۔“ (مرا سیل ابی داؤد: ۸)

یہ روایت مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ مرسل کے بارے میں امام مسلم رحمہ اللہ نے فرمایا: ہمارے نزدیک مرسل روایات حجت نہیں ہیں۔ (مقدمہ صحیح مسلم ص ۲۰ ملخصاً)

طحاوی حنفی کے ایک کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ منقطع (مرسل) کو حجت نہیں سمجھتے۔ دیکھئے شرح معانی الآثار (ج ۲ ص ۶۴، باب الرجل یسلم فی دار الحرب وعنده اکثر من اربع نسوة، طبع ایچ ایم سعید و کمپنی کرچی)

یاد رہے کہ امام ابو حنیفہ سے باسند صحیح یہ قول ثابت نہیں کہ مرسل حجت ہے۔

دیوبندی حضرات بذاتِ خود بہت سی مرسل روایات کے منکر ہیں۔ مثلاً:

طاؤس تابعی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں سینے پر ہاتھ باندھتے تھے۔ (المرا سیل ابی داؤد: ۳۴)

اس کی سند طاؤس تک حسن لذاتہ ہے۔ سلیمان بن موسیٰ کو جمہور نے ثقہ کہا۔

دیکھئے سرفراز خان صفدر کی خزان السنن (ج ۲ ص ۸۹) اور باقی راویوں پر بھی جرح مردود ہے۔

ظہور احمد دیوبندی نے ضعیف (مرسل) روایت کی تائید میں دو مردود روایتیں پیش کی ہیں:

اول: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایت بحوالہ السنن الکبریٰ للبیہقی (۲۲۳/۲)

اس کا راوی ابو مطیع الحکم بن عبد اللہ البلیغی سخت مجروح تھا اور اسی صفحے پر امام بیہقی نے اس پر جرح کر رکھی ہے۔ نیز دیکھئے لسان المیزان (ج ۲ ص ۳۳۲-۳۳۶)

اس کے دوسرے راوی محمد بن القاسم البلیغی کا (روایت میں) ذکر حلال نہیں ہے۔ (دیکھئے لسان المیزان ۵/۳۴۴)

تیسرا راوی عید بن محمد السرخسی نامعلوم ہے۔ خلاصہ یہ کہ یہ سند موضوع ہے۔

دوم: سیدنا ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایت بحوالہ السنن الکبریٰ (۲۲۲/۲)

اس کا راوی عطاء بن عجلان متروک ہے، بلکہ ابن معین اور فلاس وغیرہما نے اسے جھوٹا قرار دیا ہے۔ دیکھئے تقریب التہذیب (۴۵۹۴)

لہذا یہ سند بھی موضوع ہے اور خود امام بیہقی نے بھی اس پر جرح کر رکھی ہے۔

حدیث نمبر ۲۳:

صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی طاق رکعت میں ہوتے تو یکدم کھڑے نہ ہوتے بلکہ بیٹھ جاتے تھے۔

دیکھئے صحیح بخاری (ج ۱ ص ۱۱۳ ح ۸۲) اور ہیئ المسلمین (ص ۴۷ ح ۱۸)

بلکہ صحیح بخاری میں آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص (جب نماز صحیح طور پر نہیں آتی تھی) سے فرمایا: «ثم اسجد حتى تطمئن ساجدا، ثم ارفع حتى تطمئن جالسا، ثم اسجد حتى تطمئن ساجدا، ثم ارفع حتى تطمئن جالسا»

پھر سجدہ کر حتیٰ کہ اطمینان سے سجدہ کرے، پھر اٹھ جائے، پھر (دوسرا) سجدہ کر حتیٰ کہ اطمینان سے سجدہ کرے، پھر (دوسرے سجدے سے) اٹھ جائے کہ تو اطمینان سے بیٹھ جائے۔ (صحیح بخاری: ۶۲۵۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے سجدے کے بعد بیٹھنے کا حکم دیا تھا۔ اس حدیث کو ظہر و احمد دہلوی نے بحوالہ صحیح بخاری (۲۶۵۱/صحیح ۶۲۵۱) نقل کیا۔ (دیکھئے چہل حدیث ص ۷۸، ۷۹) لیکن تحریف کر کے دوسرے سجدے کے بعد ”حتیٰ تطمئن جالسا“ حتیٰ کہ تو اطمینان سے بیٹھ جائے، کے الفاظ حذف کر دیئے ہیں۔ یہ بہت بڑی خیانت ہے۔

سیدنا ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک روایت میں آیا ہے:

”ثم كبر فجد، ثم كبر فقام ولم يتورك“

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی اور سجدہ کیا، پھر سجدہ سے تکبیر کہہ کر کھڑے ہو گئے اور تورک نہیں کیا۔ (سنن ابی داؤد: ۷۳۳)

اروایت کی سند عیسیٰ بن عبد اللہ بن مالک (مجهول الحال) کی وجہ سے ضعیف ہے۔ ظہور احمد نے تحریف کر کے اس روایت میں ”لم يتورك“ اور تورک نہیں کیا۔

کا ترجمہ: ”بیٹھے نہیں“ کر دیا ہے۔ دیکھئے چہل حدیث (ص ۸۰)

یہ بہت بڑی خیانت ہے۔

فائدہ:

سیدنا ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب اس ضعیف روایت میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والے رفع یدین کا بھی ذکر ہے، جس سے ان لوگوں کو خاص طور پر چڑ ہے۔

دیکھئے شرح معانی آثار اللطاف (ج ۱ ص ۲۶۰ باب صفۃ الجلو فی الصلوۃ کیف ہو؟ / طبع دار البازمکۃ المکرمۃ) اور السنن الکبریٰ للبیہقی (۱۰۲-۲/۱۰۱)

صحیح حدیث (معمول بہ) کو عذر پر محمول کر دینا اور ضعیف حدیث میں تحریف کرنا، کون سی عدالت کا انصاف ہے؟!

حدیث نمبر ۲۴:

تشہد (اولیٰ) میں یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا بایاں پاؤں پچھاتے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھتے تھے۔ مثلاً دیکھئے صحیح مسلم (۱۰۴۵)

اس کو فقہہ اولیٰ کے ساتھ خاص کرنے کی دلیل وہ صحیح حدیث ہے، جس میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی رکعت کے تشہد میں تورک کرتے تھے۔ دیکھئے صحیح بخاری (۸۲۸)

اس صحیح حدیث کے مقابلے میں شوکانی وغیرہ علماء کے نام لے کر رعب جمانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور یاد رہے کہ ہر اہل حدیث کے ایمان و عقیدے میں یہ بات شامل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پر عمل کیا جائے اور اس کے مقابلے میں ہر قول اور فعل کو پھوڑ دیا جائے۔

مرد ہو یا عورت سب کے لئے یہی طریقہ ہے کہ تشہد اول میں تورک نہ کریں اور آخری تشہد میں تورک کریں۔

حدیث نمبر ۲۵:

کسی صحیح حدیث سے یہ ثابت نہیں ہے کہ عورتیں پہلے تشہد میں تورک کریں گی۔ جامع المسانید للنخوارزمی (۴۰۰/۱) اور مسند الحنفی (!!) کی جس روایت میں آیا ہے:

عورتیں چار زانو بیٹھا کرتی تھیں، پھر انھیں حکم دیا گیا کہ وہ سرین کے بل بیٹھیں۔ (مثلاً دیکھئے چل حدیث ص ۸۳)

اس روایت کی سند کئی وجہ سے موضوع ہے:

اول: اس کا پہلا راوی ابو محمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب البخاری الحارثی کذاب ہے۔

دیکھئے میزان الاعتدال (ج ۱ ص ۲۹۶) اور کتاب القراءات للبیہقی (ص ۴۸ ج ۳۸۸، دوسرا نسخہ ص ۱۵۳)

دوم: اس کے باقی راوی مثلاً قمیصہ الطبری اور زر بن نبیج وغیرہما مجہول تھے۔

ایسی موضوع سند کو انتہائی درجہ کی صحیح کہنا ظہور احمد جیسے لوگوں کا ہی کام ہے۔

حدیث نمبر ۲۶:

حالتف تشہد میں دائیں مٹھی بند کرنا اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنا صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ دیکھئے صحیح مسلم (۱۲۴۶)

پہلے تشہد میں درود پڑھنا بھی جائز ہے جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ (دیکھئے السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۴۹۹-۵۰۰، سنن النسائی ۴/۲۴۱ ح ۴۲۱ اور مختصر صحیح نماز نبوی ص ۲۳ فقرہ: ۴۱ حاشیہ: ۴)

اور درود نہ پڑھنا بھی جائز ہے جیسا کہ امام محمد بن اسحاق بن یسار کی بیان کردہ حدیث سے ثابت ہے۔ دیکھئے مسند احمد (ج ۱ ص ۴۵۹ ح ۳۳۸۲ وسندہ حسن)

حدیث نمبر ۲۷:

تشہد میں دعا کرتے وقت شہادت کی انگلی کو حرکت دینا (ہلاتے رہنا) صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ دیکھئے سنن النسائی (۱۲۶۹، وسندہ صحیح) صحیح ابن خزیمہ (۱۴۳) منقہی ابن الجارود (۲۰۸) اور صحیح ابن حبان (الاحسان: ۱۸۵۷)

جس روایت میں آیا ہے کہ **نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگلی سے اشارہ کرتے تھے اور اس کو ہلاتے نہیں تھے**۔ (دیکھئے سنن ابی داؤد: ۹۸۹ اور السنن الکبریٰ للبیہقی ۱۳۲/۲)

اس کی سند محمد بن عجلان (مدلس راوی) کے عن کی وجہ سے ضعیف ہے۔

ابن عجلان کو حافظ ابن حجر نے مدلسین کے طبقہ ثانیہ میں ذکر کیا ہے۔ (دیکھئے الفتح المبین ص ۶۰)

محمد بن عجلان کو طحاوی نے بھی مدلس قرار دیا ہے۔

دیکھئے مشکل الآثار (طبع قدیم ج ۱ ص ۱۰۰، ۱۰۱)

اس ضعیف روایت کو صحیح سند کہنا غلط ہے۔ یاد رہے کہ ضعیف روایت مردود ہوتی ہے اور تطبیق وہاں ہوتی ہے جہاں دونوں حدیثیں صحیح ہوں۔

حدیث نمبر ۲۸:

جنازے کے علاوہ عام نمازوں میں دونوں طرف سلام پھیرنا مسنون ہے۔ نیز دیکھئے سنن الترمذی (۲۹۵) اور مصنف عبد الرزاق (۳/۳۸۹ ح ۶۳۲۸ وسندہ صحیح)

حدیث نمبر ۲۹:

سجدہ سوسلام سے پہلے بھی جائز ہے اور سلام کے بعد بھی۔

دیکھئے ہدایۃ المسلمین (ص ۸۳ ح ۳۷)

سلام سے مراد دونوں طرف سلام پھیرنا ہوتا ہے، الا یہ کہ تخصیص کی کوئی دلیل ہو۔

بعض الناس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ”صحیح مسئلہ یہ ہے کہ ایک طرف سلام پھیرا جائے، یہی جمہور کا مذہب ہے۔“ (فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۱۲۵)

اس دعوے کی کوئی دلیل کسی حدیث یا کسی صحابی سے ثابت نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۳۰:

فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔ دیکھئے ہدایۃ المسلمین (۵۳ ح ۲۲)

سیدنا عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب جس روایت سے نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا استدلال کیا جاتا ہے۔ (روایت مذکورہ کے لئے دیکھئے: معجم الکبیر / قطعہ من الجزء ج ۲۱ ص ۲۷۰ ج ۹۰) اس کی سند فضیل بن سلیمان النمری (ضعیف عند الجسور) کے ضعف کی وجہ سے ضعیف ہے۔

تنبیہ:

اس راوی کی صحیحین میں تمام روایات صحیح ہیں۔ سرفراز خان صفدر کے بیٹے عبدالقدوس قارن دہلوی نے لکھا ہے: ”جن کتب میں صحت کا التزام کیا گیا ہے ان میں راوی کی حیثیت اور ہے اگر وہی راوی کسی دوسری جگہ آجائے تو اس کی حیثیت اور ہوگی۔“ (مجدد بانہ واویلا ص ۲۷۰)

دہلوی مفتی رشید احمد لہیائی نے لکھا ہے:

”نہز کے بعد اجتماعی دعاء کا مروجہ طریقہ بالا اجتماع بدعت قبیحہ شنیعہ ہے۔“ (نمازوں کے بعد دعاء ص ۱۹، احسن الفتاویٰ ج ۱۰)

حدیث نمبر ۳۱:

ایک رکعت وتر پڑھنا بھی صحیح ہے اور تین رکعت وتر پڑھنا بھی صحیح ہے۔

دیکھئے سنن ابی داؤد (۱۳۲۲) سنن النسائی (۱۷۱۲) اور ہدیۃ المسلمین (ص ۶۲ ج ۲۶)

سیدنا ابوالجولاب الانصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو شخص تین وتر پڑھنا چاہے تو تین پڑھے اور جو شخص ایک وتر پڑھنا چاہے تو ایک وتر پڑھے۔ (سنن النسائی ۲۳۸/۳ - ۲۳۹ ج ۱۳، ۱۷۱۲، وسندہ صحیح)

تین رکعت وتر پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر دیں پھر ایک وتر پڑھیں۔ (دیکھئے صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۵۲ ج ۳۸، صحیح ابن حبان، الاحسان: ۲۲۲۶ اور ہدیۃ المسلمین ص ۶۲، ۶۳)

ایک روایت میں آیا ہے کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی تین رکعتیں پڑھتے تھے اور سلام صرف پڑھتے تھے“ (المستدرک للحاکم ج ۱ ص ۳۰۲ ج ۱۱۴۰)

اس روایت کی سند قتادہ دلس کی تدریس (عن) کی وجہ سے ضعیف ہے۔

ایک راوی پر جرح کرتے ہوئے ماسٹر امین اوکاڑوی نے کہا:

”اولاً تو یہ سند سخت ضعیف ہے کیونکہ سند میں سعید بن ابی عروبہ مختلط ہے اور قتادہ دلس ہے۔“ (جزء رفع الیدین کا ترجمہ و تشریح ص ۲۸۹ ج ۳۱۹ ص ۳۱)

المستدرک (۱۱۳۹ ج ۱ ص ۳۰۲) میں اس کی تائید والی روایت میں سعید بن ابی عروبہ اور قتادہ دونوں ہیں اور دونوں نے عن کے ساتھ روایت کی ہے۔

لہذا یہ تائیدی روایت بھی مردود ہے۔

یہ کہنا کہ ”وتر کی دو رکعت کے بعد قعدہ اور اس میں تشہد پڑھنے کا ثبوت حدیث نمبر ۲۴ میں گزر چکا ہے“ کالاجھوٹ ہے، کیونکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت میں وتر کا نام و نشان تک نہیں ہے۔



یہ کہنا کہ ”وتر کی ایک رکعت کسی حدیث سے ثابت نہیں“ بھی بالکل جھوٹ ہے۔

خلیل احمد سہارنپوری دہلوی نے لکھا ہے: ”وتر کی ایک رکعت احادیث صحاح میں موجود ہے اور عبداللہ بن عمرؓ اور ابن عباسؓ وغیرہما صحابہؓ اس کے مقرر اور مالکؓ، شافعیؒ واحد کا وہ مذہب پھر اس پر طعن کرنا مؤلف کا ان سب پر طعن ہے کو اب ایمان کا کیا ٹھکانا“ (براہین قاطعہ ص ۷) تفصیل کے لئے دیکھئے ہدیۃ المسلمین (ج ۲۶)

حدیث نمبر ۳۲:

وتر میں دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھنا بھی مسنون ہے اور رکوع کے بعد بھی جائز ہے۔ رکوع سے پہلے قنوت کے لئے دیکھئے ہدیۃ المسلمین (ص ۶۶-۶۷ ج ۲۸) رکوع کے بعد کے لئے دیکھئے صحیح ابن خزیمہ (ج ۲ ص ۱۵۵-۱۵۶ ج ۱۱۰۰، وسندہ صحیح)

اس حدیث میں سیدنا ابی بن کعب و صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے ثابت ہے کہ انھوں نے رمضان میں (رات کے قیام میں) قنوت پڑھا پھر تکبیر کہہ کر سجدہ کیا۔ قنوت نازلہ پر قیاس کر کے قنوت وتر میں بھی دعا کی طرح ہاتھ اٹھانا جائز ہے اور نہ اٹھانا بھی جائز ہے۔ دیکھئے ہدیۃ المسلمین (ص ۶۷) اور مسائل ابی داؤد (ص ۶۶)

حدیث نمبر ۳۳:

صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو عشاء کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد فجر تک گیارہ رکعات پڑھتے تھے، ہر دو رکعت پر سلام پھیر دیتے اور (آخر میں) ایک وتر پڑھتے تھے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۵۳ ج ۲ ص ۷۶)

آل دہلوی کے منظور نظر محمد احسن نانوتوی نے کہا:

کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میں نہیں پڑھیں بلکہ آٹھ پڑھی ہیں۔ (حاشیہ کنز الدقائق ص ۳۶ حاشیہ ۴)

خلیل احمد سہارنپوری دہلوی نے کہا: ”البتہ بعض علماء نے جیسے ابن ہمام آٹھ کو سنت اور زائد کو مستحب لکھا ہے سو یہ قول قابل طعن کے نہیں۔“ (براہین قاطعہ ص ۸) سہارنپوری نے مزید کہا: ”اور سنت مؤکدہ ہونا تراویح کا آٹھ رکعت تو بالاتفاق ہے اگر خلاف ہے تو بارہ میں ہے۔“ (براہین قاطعہ ص ۱۹۵)

تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب: تعداد رکعات قیام رمضان کا تحقیقی جائزہ

ایک روایت میں آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں میں رکعات اور وتر، بغیر جماعت کے پڑھتے تھے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۴/۲ ص ۴۹۶)

اس کا راوی ابراہیم بن عثمان جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ انور شاہ کاشمیری نے اس روایت کے بارے میں کہا: اس کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔ (العرف الشذی ج ۱ ص ۱۶۶)

ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان کے بارے میں عینی حنفی نے لکھا ہے:

اسے (امام) شعبہ نے جھوٹا کہا ہے..... الخ (عمدة القاری ج ۱ ص ۱۲۸)

محمد تقی عثمانی نے اس روایت کے بارے میں کہا :

”لیکن یہ ابراہیم بن عثمان کی وجہ سے ضعیف ہے۔“ (درس ترمذی ج ۳ ص ۳۰۴)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ آپ نے گیارہ رکعات پڑھنے کا حکم دیا۔ (موطا امام مالک، روایہ یحییٰ ج ۱ ص ۱۱۳ ح ۲۳۹، آثار السنن ۴: ۷۷۶، وقال: ”واسنادہ صحیح“)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے قولاً یا فعلاً میں رکعات تراویح پڑھنا قطعاً ثابت نہیں ہے۔

ظہور احمد نے یہ جھوٹ لکھا ہے کہ ”اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تراویح کی میں رکعات پر اجماع ہو گیا۔“ (پہل حدیث ص ۱۰۳)

حالانکہ اس جھوٹے دعوے کے برعکس کسی ایک صحابی سے بھی میں رکعات ثابت نہیں ہیں۔ جھوٹے اجماع کے رد کے لئے دیکھئے تعداد رکعات قیام رمضان کا تحقیقی جائزہ (ص ۸۲-۸۷)

حدیث نمبر ۳۴:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب نماز کی اقامت ہو جائے تو فرض نماز کے علاوہ دوسری کوئی نماز نہیں ہوتی۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۴۷ ح ۱۰)

اس صحیح حدیث کے مقابلے میں ایک دیوبندی نے لکھا ہے :

”فجر کی سنتیں جماعت کھڑی ہونے کی وصرت میں بھی پڑھنی جائز ہیں۔“ (پہل حدیث ص ۱۰۴)!

ابو عثمان البندی کی طرف منسوب ایک روایت میں آیا ہے کہ عمر (رضی اللہ عنہ) کے پاس ہم فجر سے پہلے کی دو رکعتیں پڑھنے سے پہلے آیا کرتے تھے جب کہ آپ نماز پڑھا رہے ہوتے، ہم مسجد کے آخر میں دو رکعت سنت پڑھ کر پھر لوگوں کے ساتھ جماعت میں شریک ہو جاتے تھے۔ (شرح معانی الآثار ۱/۳۷۶، آثار السنن ۴: ۷۷۶)

اس کی سند جعفر بن میمون (ضعیف عند الجہور) کی وجہ سے ضعیف ہے۔

دیکھئے میری کتاب: انوار السنن فی تحقیق آثار السنن (مخطوط ص ۱۴۶)

جعفر بن میمون کے بارے میں امام احمد بن حنبل نے فرمایا: وہ حدیث میں قوی نہیں ہے۔ (کتاب العلل و معرفۃ الرجال ص ۵۸ فقرہ ۵۷: ۵۸)

لہذا ”مقلد کبیر“ نیموی کا اس سند کو حسن کہنا غلط ہے۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو اقامت کے وقت دو رکعتیں پڑھتے ہوئے دیکھا تو اسے کنکریوں سے مارا اور فرمایا: کیا تو چار رکعتیں پڑھتا ہے؟ (السنن البکری للبیہقی ۲/۲۸۳ وسندہ صحیح)

حدیث نمبر ۳۵:



صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ جس کی صبح کی دو سنتیں رہ جائیں اور وہ فرض نماز کے بعد فوراً پڑھ لے، تو جائز ہے۔ دیکھئے صحیح ابن خزیمہ (ج ۲ ص ۶۲ ح ۱۱۱۶)

صحیح ابن حبان (الاحسان: ۲۴۶۲) اور المستدرک للحاکم (۲/۱-۲۴۵ ح ۱۰۱۴)

اسے حاکم اور ذہبی نے بھی صحیح کہا ہے اور اس روایت پر ابن عبد البر کی جرح مردود ہے۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ جس شخص نے فجر کی دو رکعتیں نہ پڑھی ہوں، تو اسے چاہئے کہ وہ ان کو سورج نکلنے کے بعد پڑھے۔ (سنن الترمذی: ۴۲۳، المستدرک ۱/۳۰۴ ح ۱۱۵۳)

اس کی سند قتادہ مدلس (تقدم: ۳۱) کی تہلیس (عن) کی وجہ سے ضعیف و مردود ہے۔

حدیث نمبر ۳۶:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھیں پھر فرمایا:

مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھو۔ دیکھئے مختصر قیام اللیل للمقریزی (ص ۶۳ وقال: هذا اسناد صحیح علی شرط مسلم، آثار السنن: ۶۹۳ وقال: واسنادہ صحیح)

پھر بعد میں آپ نے اجازت دے دی کہ جس کی مرضی ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ یہ رکعتیں پڑھنا جائز ہے لیکن ضروری نہیں ہے۔

اس کے مقابلے میں جس روایت میں آیا ہے کہ ”ہر نماز کی دو اذانوں کے درمیان دو رکعت نفل ہیں سوائے مغرب کے۔“ (السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۴۴)

اس کی سند حیان بن عبید اللہ کے اختلاط کی وجہ سے ضعیف ہے۔

حیان کے اختلاط کے لئے دیکھئے کتاب الضعفاء للعقلمی (ج ۱ ص ۳۱۹) اور لسان المیزان (ج ۲ ص ۳۴۰، دوسرا نسخہ ج ۲ ص ۴۰۲)

ضعیف روایت کے ساتھ صحیح حدیث کو منسوخ قرار دینا غلط ہے۔

صحابہ کرام سے ان رکعتوں پر عمل بھی ثابت ہے۔

دیکھئے صحیح بخاری (۶۲۵) صحیح مسلم (۸۳۴) اور آثار السنن (۶۸۹-۶۹۱)

حدیث نمبر ۳۷:

یہ بالکل صحیح ہے کہ نماز جمعہ کا وقت زوال کے بعد شروع ہوتا ہے اور اس پر اہل حدیث کا عمل ہے۔ واللہ

نماز زوال کے بعد پڑھنی چاہئے لیکن خطبہ زوال کے وقت یا زوال سے پہلے بھی جائز ہے اور اس کی ممانعت کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ حالت خطبہ میں جو شخص باہر سے مسجد میں آئے گا

تو دو رکعتیں پڑھ کر بیٹھے گا۔ دیکھئے صحیح بخاری (۱۱۶۶)

حدیث نمبر ۳۸:



نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مسلمان پر جماعت کے ساتھ جمعہ حق واجب ہے، سوائے چار کے: زرخید غلام، یا عورت، یا بچہ یا مریض (المستدرک للحاکم ج ۱ ص ۲۸۸ ح ۱۰۶۲)

اسے حاکم اور ذہبی دونوں نے صحیح کہا ہے۔

اس حدیث کے مفہوم سے معلوم ہوا کہ دیہاتی اور شہری، سب پر جمعہ فرض ہے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم جہاں بھی جمعہ پڑھو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۰۲ ح ۵۰۶۸ و سندہ صحیح)

اس کے مقابلے میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا جو اثر آیا ہے کہ ”عید اور جمعہ صرف بڑے شہر میں ہو سکتے ہیں“ فسوخ یا مرجوح ہے۔

امام ابن شہاب الزہری نے فرمایا: پچھوٹے گاؤں میں بھی جمعہ پڑھو۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۱۰۴ ح ۵۱۸۸ ملخصاً و سندہ صحیح)

تفصیل کے لئے دیکھئے میرا مضمون: گاؤں میں نماز جمعہ کی تحقیق (دیکھئے ص ۱۰۴-۱۳۱)

بعض دیوبندی کہتے ہیں کہ گاؤں میں جمعہ نہیں ہوتا اور پھر یہ لوگ گاؤں میں جمعہ پڑھتے بھی ہیں۔ اسے منافقت کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے!

حدیث نمبر ۳۹:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے عید کی نماز پڑھائی تو پہلی رکعت میں قراءت سے پہلے سات تکبیریں کہیں اور دوسری رکعت میں قراءت سے پہلے پانچ تکبیریں کہیں۔ (موطأ امام مالک ج ۱ ص ۸۰ ح ۴۵۳ و سندہ صحیح)

امام مالک نے فرمایا: ہمارے ہاں (مدینہ میں) اسی پر عمل ہے۔ (ایضاً)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی نماز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ قرار دیتے تھے۔ (صحیح بخاری: ۸۰۳)

معلوم ہوا کہ یہ حدیث مرفوع ہے اور اس کی تائید کے لئے دیکھئے سنن ابی داود (۱۵۵۱)

اس کے مقابلے میں ایک روایت میں نماز جنازہ کی طرح چار تکبیروں کا ذکر آیا ہے۔ (سنن ابی داود: ۱۱۵۳، شرح معانی الآثار ج ۴ ص ۳۴۶)

اس کی سند ابو عاتشہ (مجہول الحال) کی وجہ سے ضعیف ہے لہذا اسے حسن کہنا غلط ہے۔ اس سلسلے میں طحاوی (۳۴۵/۴) ض والی ایک روایت حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کی وجہ سے فسوخ ہے۔

تنبیہ:

طحاوی والی دوسری روایت ابو عاتشہ (غیر صحابی) کی وجہ سے ضعیف ہے لہذا اسے حافظ ابن حجر کا ”اسنادہ صحیح“ کہنا غلط ہے۔

حدیث نمبر ۴۰:

نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنا سنت ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۸۷ ح ۱۳۳۵)

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور اس حدیث میں سورۃ فاتحہ کے بعد ایک سورت پڑھنے کا بھی ذکر ہے۔ (سنن النسائی ج ۱ ص ۲۸۱ ح ۱۹۸۹، وسندہ صحیح، المنقذ لابن الجارود: ۵۳۲، ۵۳۶)

جنازہ سر اُ بھی جائز ہے۔ (مفتی ابن الجارود: ۵۰۴) اور ہر اُ بھی جائز ہے۔ (سنن النسائی: ۱۹۸۹)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک روایت میں آیا ہے کہ ”ہمارے لئے جنازہ میں نہ کوئی قراءت مقرر کی گئی ہے اور نہ کوئی خاص کلام مقرر کیا گیا ہے۔“ (صاحب: بحوالہ مجمع الزوائد ج ۳ ص ۳۲)

یہ روایت مسند احمد میں نہیں ملی لہذا بے سند ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ اس طرح کی ایک روایت عبداللہ بن احمد بن حنبل سے مروی ہے۔ (المعجم الکبیر للطبرانی ۳/۹ ح ۳۷۰۲) اس کی سند شریک القاضی (مدلس) کے عن کی وجہ سے ضعیف ہے۔

ایک روایت میں (المعجم الکبیر ۳/۹ ح ۳۷۰۲، الثقات لابن حبان ۲۵۹/۹) میں شریک مدلس کے علاوہ جابر (ابن جعفر) سخت ضعیف ہے۔

نیز دیکھئے العلل للدارقطنی (۵/۲۶۲ ص ۸۶)

خلاصہ یہ کہ یہ روایت غیر ثابت اور مردود ہے۔

ظہور احمد نے ”چل حدیث“ کے آخری صفحے پر اس سلسلے میں ضعیف و غیر ثابت آثار بھی نقل کئے ہیں، جن کی علمی میدان میں کوئی حیثیت نہیں ہے۔

تفصیل کے لئے دیکھئے ہدیۃ المسلمین (ص ۸۹-۹۰ ح ۴۰)

نماز کے مسائل کی مزید تحقیق اور سلفی دلائل کے لئے دیکھئے میری کتاب: مختصر صحیح نماز نبوی، اور ہدیۃ المسلمین۔

هذا ما عندي والله اعلم بالصواب

فتاویٰ علمیہ (توضیح الاحکام)

ج ۲ ص ۷۷

محدث فتویٰ